Al-Qawārīr - Vol: 02, Issue: 04,
July – Sep 2021

OPEN ACCESS
Al-Qawārīr
pISSN: 2709-4561
eISSN: 2709-457X
journal.al-qawarir.com

جہیز اور عروسی تحائف کا قانون 1976ء: اطلاقات واثرات

Dowry and Wedding Gifts Act 1976: Applications and Implications

Dr. Muhammad Abdullah*
Assistant professor, Institute of Islamic Studies, university of the Punjab, Lahore..

Version of Record
Received: 06-Aug-19 **Accepted**: 27-Oct-19
Online/Print: 30-Sep-2021

ABSTRACT

Covenant of prophet (صلی اللہ علیہ وسلم), covenant of his companions "Sahabah" رضی) (اللہ تعالی عنہم اجمعین and their followers "Tabaeen" and "Tab a Tabaeen"(رحمھم اللہ تعالی), according to the command of the Holy Prophet (صلی اللہ علیہ وسلم) : these three eras are "The Best era among Centuries". They have the best guidance for the Muslim Ummah, even for the family life there are many assets (guidelines). This is called the best age of Islam. In it, marriage was very simple and very easy. When the date of marriage was fixed very simply after the relationship was settled, and then a few members of the family would go to the girl's house on behalf of the boy. They would take the girl home after performing the marriage ceremony with utmost simplicity and without any rituals.

There were no such things as barat, dowry, bari and jewelry etc. So that the families of boy and the girl were free from all kind of burdens. This was the requirement of Islamic teachings and the teachings of the Prophet (صلی اللہ علیہ وسلم), which the Muslims of the good ages followed and showed the world the best example of Islamic civilization and society.In modern times we have often strayed from these teachings

CC BY

and made the issue of this marriage serious, became the center of many issues, and we made obligatory the customs and traditions which our beloved Prophet (صلی اللہ علیہ وسلم) abolished. As a result, our marriages have become a terrible torment. Therefore, in 1976, in view of this important aspect of society, the government enacted a law restricting dowry and wedding gifts. The purpose of enforcing this law is to prohibit unnecessary gifts and dowries and to provide penalties for violators. The law also provides a facility for poor parents to apply to the government for assistance if they cannot afford to provide their daughters with essentials. This is the law that, if applied correctly in our society, can solve many problems.

Key words: *Dowry, islam, 1976.*

عہد رسالت اور عہد صحابہ وتابعین ، یہ تینوں دور رسول اللہ ﷺ کے فرمان کی رو سے خیر القرون ہیں، ان میں امت مسلمہ کے لیے بہترین رہنمائی موجود ہے، یہاں تک کہ خانگی زندگی کے لیے بھی بہت سے رہنما اصول ملتے ہیں، یہ اسلام کا بہترین دور کہلاتا ہے، اس میں میں شادی بیاہ کا مسئلہ انتہائی سادہ اور بہت آسان تھا۔ رشتہ طے ہو جانے کے بعد کے انتہائی سادگی سے جب نکاح کی تاریخ کا تعین کر لیا جاتا تو اس کے بعد لڑکے کی طرف سے اس کے گھر کے چند افراد لڑکی والوں کے گھر جاتے اور انتہائی سادگی اور بغیر کسی رسومات کے نکاح پڑھ کر لڑکی کو اپنے گھر لے آتے۔ اس کے لیے برات، جہیز، بری اور زیورات وغیرہ جیسے کسی تکلف کو اختیار نہیں کیا جاتا تھا، اس سے لڑکے اور لڑکی والے ہر قسم کے بوجھ سے آزاد رہتے، یہی اسلامی تعلیمات اور اسوۂ رسول کا تقاضا تھا جس پر خیر القرون کے مسلمانوں نے عمل کر کے دنیا کو اسلامی تمدن و معاشرت کا بہترین نمونہ دکھلایا۔

ہمارے معاشرے میں جہیز اور عروسی تحائف ایک ایسی ضروری رسم بن گئی ہے جس سے غریب اور نچلے طبقے کے لوگ بری طرح متاثر ہو رہے ہیں اور بہت سے غریب والدین کی بیٹیاں جہیز کے نہ ہونے کی وجہ سے ماں باپ کی دہلیز پر بوڑھی ہو رہی ہیں چنانچہ 1976ء میں معاشرے کے اس اہم پہلو کو مد نظر رکھتے ہوئے حکومت نے جہیز اور عروسی تحائف پر تحدید کا قانون نافذ کیا، جسے انگریزی میں "The Dowry and Bridal Gifts (Restriction) Rules, 1976" کہا جاتا ہے۔ اس قانون کے اطلاقات واثرات کا جائزہ لینے سے پہلے اس قانون کی مبادیات کا اختصار کے ساتھ تذکرہ فائدہ سے خالی نہیں، اس لیے ذیل میں پہلے اس قانون کو ذکر کیا گیا ہے، اس کے بعد اس کے اطلاقات واثرات کا جائزہ لیا گیا ہے۔

اس قانون کے نفاذ کا مقصد غیر ضروری تحائف اور جہیز پر پابندی لگانا اور خلاف ورزی کرنے والوں کے لیے سزا تجویز کرنا ہے۔ مذکورہ قواعد کے تحت جہیز میں دی گئی اشیاء کی مالیت اور مذکورہ قانون کی خلاف ورزی کی صورت میں موصول ہونے والی شکایات کے بارے میں تفتیش، خلاف ورزی کی صورت میں ضبط کی گئی اشیاء کے استعمال کا طریقہ کار اور ایسے غریب والدین جو کہ ضرورت کی اشیاء اپنی بیٹیوں کو شادی پر دینے سے قاصر ہوں وہ حکومت کو مدد کے لیے درخواست دے سکتے ہیں۔

اس قانون کے مندرجات حسبِ ذیل ہیں:

The Dowry and Bridal Gifts (Restriction) Rules, 1976"

جہیز، بری اور تحفہ کی تعریف[1]

جہیز سے مراد وہ املاک ہیں جو دلہن کے والدین اسے شادی سے پہلے، شادی کے موقع پر یا شادی کے بعد بلاواسطہ یا بلواسطہ شادی کے سلسلے میں دیتے ہیں۔ تاہم اس میں وہ املاک شامل نہیں ہیں جو دلہن کو اپنے والدین سے قانون وراثت کے مطابق وراثت میں ملتے ہیں۔
بری یا عروسی تحائف سے مراد وہ املاک ہیں جو دولہا یا اس کے والدین کی طرف سے دلہن کو شادی سے پہلے، اس کے موقع پر یا اس کے بعد بلاواسطہ یا بالواسطہ شادی کے سلسلے میں بطور تحفہ دیئے جاتے ہیں لیکن اس میں مہر شامل نہیں ہے۔

تحفہ سے مراد بری یا جہیز کے علاوہ وہ املاک ہیں جو شادی سے پہلے یا اس کے موقع پر یا اس کے بعد یا بالواسطہ شادی کے کسی بھی فریق کو یا اس کے رشتہ داروں کو شادی کے سلسلہ میں دیئے جائیں لیکن اس میں نیوتہ یا سلامی شامل نہیں ہے۔

جہیز، بری اور تحائف پر پابندی

پانچ ہزار کی مالیت کی تحدید: اس قانون کے مطابق جہیز اور دولہا و دلہن کو تحائف کی صورت میں دی جانے والی چیزوں کی مالیت پانچ ہزار روپے سے زیادہ نہیں ہونی چاہیں۔

نکاح ور خصتی سے پہلے اور بعد میں مخصوص مدت تک تحائف کی ممانعت

نکاح سے چھ ماہ پہلے یا ایک ماہ بعد اور اگر رخصتی نکاح کے کچھ عرصہ بعد عمل میں آئے تو رخصتی کے ایک ماہ بعد تک کوئی جہیز، عروسی تحائف یا دیگر تحائف نہیں دیے جائیں گے۔

تحفہ کی مالیت کی تحدید

اسی طرح کوئی بھی شخص شادی کے کسی فریق کو ایک سو روپے مالیت سے زیادہ کا کوئی تحفہ نہیں دے گا تاہم شرط یہ ہے کہ سو روپے کی حد کا اطلاق ان تحائف پر نہیں ہوگا جو دلہن کے والدین کی طرف سے دولہا کو دیئے جاتے ہیں۔

بطور جہیز دی گئی اشیاء کی مالیت کے اندازہ کرنے کا معیار

شادی کے موقع پر فریقین میں سے کسی بھی طرف سے دی یا لی گئی اشیاء کی مالیت کا اندازہ بازار میں رائج قیمت کے مطابق لگایا جائے گا جس وقت وہ لی یا دی گئی ہوں۔ البتہ ایسی اشیاء جس میں روزانہ کے اوڑھنے یا پہنے کی اشیاء یا ایسی چیزیں شامل ہوں جن کی مالیت کم ہو

سکتی ہو تو ان کی مالیت کا اندازہ لینے یا دینے کی تاریخ سے لگایا جائے گا۔ تاہم یاد رہے کہ کسی بھی شخص کے خلاف حکومت سے تحریری اجازت حاصل کئے بغیر کاروائی نہیں کی جا سکتی۔

قانون کی خلاف ورزی کی صورت میں شکایات کے اندراج کا طریقہ کار

ایسا شخص جو کسی شادی کی تقریب میں شامل ہوا ہو اور مطمئن ہو کہ اس تقریب میں اس قانون یا اس کے تحت موضوعہ قواعد کی خلاف ورزی ہوئی ہے تو وہ ڈپٹی کمشنر (مجاز افسر) کو اس خلاف ورزی کی ساری تفصیلات پر مشتمل تحریری شکایت پیش کر سکتا ہے۔

شکایت کی درخواست دہندہ کے لیے ضروری دستاویز

ایسی صورت میں وہ شخص تحریری درخواست اپنے دستخط یا انگوٹھے کا نشان لگا کے شادی یا رخصتی کے تین مہینوں کے اندر مندرجہ ذیل مندرجات کے ساتھ جمع کرائے گا۔

الف) شادی کے تمام مندرجات جس کے بارے میں شکایت کی گئی ہو۔

ب) حالات جن کے بارے میں وہ جانتا ہو۔

ج) خلاف ورزی کی قسم

د) دستاویزی یا زبانی شہادت مکمل مندرجات کے ساتھ جن پر وہ بھروسہ کرتا ہو۔

ہ) شکایت کنندہ کا مکمل نام، پتہ اور ٹیلی فون نمبر اگر کوئی ہو۔

شکایت پر عمل درآمد کے لیے ڈپٹی کمشنر کے لیے کاروائی کا اصول

اس طرح کی شکایت کی موصولی کے بعد اگر ڈپٹی کمشنر ضروری سمجھے تو شکایت کے بارے میں تفتیش کرے گا اور تفتیش کرنے کے بعد اگر مطمئن ہو کہ مذکورہ قانون کی خلاف ورزی ہوئی ہے تو ایسی صورت میں اگر وہ ضروری سمجھے تو حکومت کی منظوری لینے کے بعد شکایت فیملی کورٹ کو بھجوادے گا۔ مگر واضح رہے کہ ڈپٹی کمشنر بغیر نام کے بھجوائی گئی شکایت پر کوئی عمل درآمد نہیں کرے گا۔

قانون کی خلاف ورزی کی سزا اور اس کا طریقہ کار

جو کوئی اس قانون یا اس کے تحت وضع شدہ قواعد کے کسی حکم کی خلاف ورزی کرے گا یا اس کی تعمیل کرنے سے قاصر رہے گا تو وہ چھ ماہ تک کے لیے کسی بھی قسم کی قید یا دس ہزار روپے تک کی جرمانے یا دونوں سزاوں کا مستوجب ہوگا۔

اس قانون کی خلاف ورزی میں دیا ہوا یا قبول کیا ہوا جہیز، بری تحائف بحق وفاقی حکومت غریب لڑکیوں کی شادی کے لیے ایسے طریقے سے استعمال کرنے کے لیے ضبط کر لئے جائیں گے جیسا کہ اس قانون کے تحت وضع شدہ قواعد کی رو سے مقرر کیا گیا ہو۔

تاہم شرط یہ ہے کہ اگر شادی میں کسی فریق کے دونوں والدین اس قانون یا اس کے تحت وضع شدہ قواعد کے کسی حکم کی خلاف ورزی کریں گے یا تعمیل کرنے سے قاصر رہیں گے تو ایسی صورت میں کاروائی صرف والد کے خلاف کی جائے گی۔

مزید شرط یہ ہے کہ اگر کوئی عورت اس قانون یا اس کے تحت وضع شدہ قواعد کے کسی حکم کی خلاف ورزی کرے گی یا ان کی تعمیل کرنے سے قاصر رہے گی تو وہ صرف جرمانے کی سزا کی مستوجب ہوگی۔

غریب والدین کے لیے اپنی بچیوں کی شادی کے سلسلے میں حکومت سے مدد لینے کا طریقہ کار

اس قانون میں غریب والدین کے لیے ایک فائدہ کی بات یہ بھی ہے کہ غریب لڑکیاں یا ان کے والدین جنہیں حکومت سے مدد کی ضرورت ہو وہ حکومت کو درخواست دیں گے جسے وہاں کے علاقے کے خطیب سے تصدیق کرائیں گے کہ مذکورہ شخص غریب ہے اور درخواست حقیقت پر مبنی ہے اور انکم سرٹیفکیٹ بھی ساتھ لگائیں گے جسے گریڈ 17 کا آفیسر یا اس جگہ کے خطیب نے تصدیق کیا ہو۔

افسران کا درخواست دہندہ کے حالات کی تحقیق کرنا

مزید واضح رہے کہ درخواست دہندہ والدین درخواست میں اپنے بیٹے اور بیٹیوں کی تعداد کے بارے میں بھی بتائیں گے ان میں سے کتنے کماتے ہیں اور پہلے سے کتنی بیٹیاں شادی شدہ ہیں۔ اس کے بعد وفاقی حکومت ہر ایسی درخواست پر غور کرنے کے بعد حکم نامہ جاری کرے گی جو کہ حتمی ہوگا۔ وفاقی حکومت حکم نامہ جہیز خانہ کے انچارج کو بھجوادے گی اور اس کی ایک نقل درخواست دہندہ کو بھی بھجوائے گی جہیز خانہ کا انچارج وفاقی حکومت کا حکم نامہ ملنے کے بعد مخصوص کردہ اشیاء کو درخواست دہندہ کے پاس بھجوانے کا بندوبست کرے گا اور سٹاک رجسٹر میں انکا اندراج کرے گا۔"

قانون جہیز اور عروسی تحائف کا جائزہ

یہ وہ قانون ہے جس کو "The Dowry and Bridal Gifts (Restriction) Rules, 1976"

کہا جاتا ہے، جہیز، عروسی تحائف اور شادی بیاہ کی دیگر غیر ضروری رسوم نے پورے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے جس کے بوجھ تلے نہ صرف غریب اور نچلے طبقے کے لوگ بری طرح پس رہے ہیں بلکہ متوسط طبقے کے والدین بھی مالی الجھن میں مبتلا ہیں اس لیے حکومت نے "جہیز اور عروسی تحائف پر تحدید کے قانون مجریہ 1976ء" کے ذریعے غیر ضروری جہیز اور تحائف پر پابندی لگا کر خلاف ورزی کرنے والوں کے لیے قید اور جرمانے کی سزائیں مقرر کی ہیں۔

اس لحاظ سے یہ قانون سماجی طور پر بہت مفید ہے۔ یہ بل جہیز اور دلہن کے تحفے (پابندی) ایکٹ 1976 اور شادی کے افعال (غیر مناسب اخراجات اور ضائع اخراجات کی ممانعت) آرڈیننس 2000 کی ایک مماثلت ہے - جو شادی سے متعلق امور پر پابندیاں عائد کرنے کے لئے صوبے میں اس وقت لاگو ہیں۔ اس میں جہیز، دلہن کے تحائف اور شادی کے کام شامل ہیں۔

جہیز پر پابندی کے قانون کی ہندوستان سے ابتداء

اسلام میں مروجہ جہیز کا کوئی تصور نہیں، بلکہ عصر حاضر میں جہیز کا رواج ایک ہندوانہ رسم ہے، ہندو تہذیب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ہاں عورت کو وراثت میں حصہ دینے کی بجائے جہیز کی صورت میں بہت سارا ساز و سامان دے کر ہمیشہ کے لیے رخصت کر دیا جاتا ہے، ہندوؤں میں اسے شادی کا بہترین طریقہ "برہما" کہا جاتا ہے، پھر وہ کبھی بھی اپنے والدین کے گھر واپس نہیں آسکتی، بلکہ ہمیشہ کے لیے شوہر کے ساتھ رہتی ہے، اس کی وفات کے بعد یا تو ہمیشہ کے لیے بیوہ رہے گی یا اسی کے ساتھ "ستی" ہو جائے گی، یعنی اسی کے ساتھ زندہ جلا دی جائے گی۔

پہلے جہیز کا یہ قانون ہندو مذہب کے اونچے طبقات میں تھا، پھر اتنا عام ہو گیا اور اس کی مقدار میں اس قدر اضافہ ہوتا چلا گیا کہ اس کے لیے حکومت ہند نے 1961ء میں جہیز ممانعت (The Dowry Prohibition) کے نام سے ایک قانون بنایا، جس کے مطابق جہیز طلب کرنے یا دینے والے کو چھ ماہ قید اور پانچ ہزار روپے تک جرمانہ کا سزاوار قرار دیا گیا۔[2]

ایک رپورٹ کے مطابق 1975ء میں صرف دہلی شہر میں ساڑھے تین سو دلہنیں زندہ جلا کر یا گلا گھونٹ کر یا پھانسی دے کر موت کے گھاٹ اتار دی گئیں۔ جون 1980ء سے 1985ء تک مہاراشٹر کے صرف ایک علاقہ میں دو سو عورتیں اسی طرح قتل کر دی گئیں۔ لکھنؤ میں ہر پانچ دن میں ایک نئی نویلی دلہن جہیز کی بھینٹ چڑھا دی جاتی ہے۔[3]

ہندوؤں کے ساتھ ایک عرصہ تک رہنے کی وجہ سے یہ مخصوص رسم جہیز مسلمانوں میں بھی منتقل ہو گئی، اب پاکستان بن گیا لیکن یہ رسم مسلمانوں میں جڑ پکڑ گئی، اس کے مضرات کو دیکھتے ہوئے حکومت پاکستان نے بھی 1976ء میں ایک قانون پاس کیا، جس میں اس رسم پر پابندی لگائی گئی، اور اس کی تفصیلات اس قانون میں موجود ہیں، جیسا کہ ما قبل میں گزرا ہے۔

جہیز اور دیگر عروسی رسوم و تحائف سے متعلق اسلامی کی تعلیمات

نکاح ایک مسنون عمل ہے اور شریعت نے نکاح کو سادہ اور آسان رکھا ہے، اس میں تکلفات، لوازمات، رسوم و رواج کو ناپسند قرار دیا ہے۔ ان سے نکاح کی سنت مشکل ہو جاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ بہت سے خاندانوں میں شادیاں ان ہی رسومات کے پورا نہ کر سکنے کی وجہ سے تاخیر کا شکار ہو جاتی ہیں، نیز ان رسموں میں کس قدر مال خرچ کیا جاتا ہے جب کہ قرآنِ کریم میں اسراف و تبذیر کی صراحتً ممانعت وارد ہے، اِسی بنا پر پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ": سب سے بابرکت نکاح وہ ہے جس میں سب سے کم مشقت (کم خرچہ اور تکلف نہ) ہو"۔ [4]

جب شریعت کا حکم اسراف و تبذیر سے بچنے کا اور نکاح کو آسان بنانے کا ہے تو احکامِ شریعت کی دھجیاں اڑا کر ان سے پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام کی خوشی کیسے نصیب ہو سکتی ہے؟ بہر حال! شادی کے سلسلہ میں مروجہ عمومی رسومات ہندوانہ کلچر سے مسلمانوں میں پروان

پائی ہیں، اور ہر مسلمان کو ان سے اجتناب کرنا لازم ہے۔ از روئے سنت شادی کے موقع پر صرف حسبِ استطاعت ولیمہ کی دعوت ہے۔

سیرت صحابہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بیٹی کے نکاح کے موقع پر اسے سامان دینا کوئی ضروری امر نہیں تھا، بلکہ جس مرد سے نکاح ہوتا، وہ بذات خود رہائش اور گھر کی ضروریات کا انتظام کرتا تھا، ہاں البتہ اگر کوئی والدین اپنی بیٹی کو کچھ سامان بطور ہدیہ دینا چاہے تو اس کی ممانعت نہیں، لیکن اس میں بھی نمود و نمائش نہ ہو، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے موقع پر جو سامان دیا گیا، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جس طرح تیاری فرمائی، ذیل کی سطور سے وہ واضح ہوتا ہے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے مکان کی تیاری

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مکان کے لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا کہ فاطمہ کی رخصتی کے لیے مکان کی تیاری کی جائے، اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بھی معاون تھیں، جیسا کہ ابن ماجہ کی روایت میں ہے:

عَنْ عَائِشَةَ، وَأُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتَا: «أَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نُجَهِّزَ فَاطِمَةَ حَتَّى نُدْخِلَهَا عَلَى عَلِيٍّ، فَعَمَدْنَا إِلَى الْبَيْتِ، فَفَرَشْنَاهُ تُرَابًا لَيِّنًا مِنْ أَعْرَاضِ الْبَطْحَاءِ، ثُمَّ حَشَوْنَا مِرْفَقَتَيْنِ لِيفًا، فَنَفَشْنَاهُ بِأَيْدِينَا، ثُمَّ أَطْعَمْنَا تَمْرًا وَزَبِيبًا، وَسَقَيْنَا مَاءً عَذْبًا، وَعَمَدْنَا إِلَى عُودٍ، فَعَرَضْنَاهُ فِي جَانِبِ الْبَيْتِ، لِيُلْقَى عَلَيْهِ الثَّوْبُ، وَيُعَلَّقَ عَلَيْهِ السِّقَاءُ، فَمَا رَأَيْنَا عُرْسًا أَحْسَنَ مِنْ عُرْسِ فَاطِمَةَ»[5]۔

"حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے وہ کہتی ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ہم حضرت فاطمہ کو حضرت علی کی طرف رخصت کرنے کے لیے تیار کریں، ہم نے اس کام کی تیاری شروع کی، وادی بطحاء سے اچھی قسم کی مٹی سے مکان کو لیپا، پھر دو تکیوں میں کھجور کی چھال بھری اور اپنے ہاتھوں سے ہی ان کی دھنائی کی، پھر ہم نے چھوہارے اور منقیٰ سے خوراک تیار کی، اور پینے کے لیے شیریں پانی مہیا کیا، اور اس مکان کے ایک کونہ میں ایک لکڑی کپڑے اور مشکیزہ لٹکانے کے لیے گاڑ دی، اور ہم نے فاطمہ کی شادی سے اچھی شادی نہیں دیکھی"۔

اسی طرح اس سامان کے بارے سیرت کی کتب میں سے ابن سعد الطبقات الکبریٰ میں رقمطراز ہیں:

وَقَالَتْ أُمُّ أَيْمَنَ: وُلِّيتُ جِهَازَهَا فَكَانَ فِيمَا جَهَّزْتُهَا بِهِ مِرْفَقَةٌ مِنْ أَدَمٍ حَشْوُهَا لِيفٌ وَبَطْحَاءُ مَفْرُوشٌ فِي بَيْتِهَا---- أَنَّهَا كَانَتْ مَعَ النِّسْوَةِ اللاتِي أَهْدَيْنَ فَاطِمَةَ إِلَى عَلِيٍّ. قَالَتْ: أُهْدِيَتْ فِي بُرْدَيْنِ مِنْ بُرُودِ الأُوَلِ عَلَيْهَا دُمْلُوجَانِ مِنْ فِضَّةٍ مُصَفَّرَانِ بِزَعْفَرَانٍ. فَدَخَلْنَا بَيْتَ عَلِيٍّ فَإِذَا إِهَابُ شَاةٍ

عَلَى دُكَّانٍ وَوِسَادَةٍ فِيهَا لِيفٌ وَقِرْبَةٌ وَمُنْخُلٌ وَمِنْشَفَةٌ وَقَدَحٌ. أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ: اسْتَحَلَّ عَلِيٌّ فَاطِمَةَ بِبُدْنٍ مِنْ حَدِيدٍ.[6]

"ام ایمن نے کہا کہ فاطمہ کا جہیز مجھے سپرد کیا گیا، جو اس سامان میں یہ تھا: ایک تکیہ جس میں گھاس بھری ہوئی تھی، اوراس گھر میں بطحاء کی نرم مٹی بچھائی گئی تھی۔۔۔۔راویہ ان عورتوں کے ساتھ تھی جو فاطمہ کو علی کے لیے تیار کررہی تھیں، وہ کہتی ہے کہ فاطمہ کو اول کی دو چادروں میں تیار کیا گیا، چاندی کے دو بازوبند جن کو زعفران سے رنگ دیا گیا تھا، پس ہم حضرت علی کے گھر داخل ہوئے، وہاں بکری کا چمڑا بلند جگہ رکھا ہوا تھا، اور ایک تکیہ جس میں گھاس بھری ہوئی تھی، اور ایک مشکیزہ، اور ایک چھانی، اور ایک تولیہ اور ایک پیالہ تھا۔ سفیان بن عیینہ نے ہمیں خبر دی عمرو سے انہوں نے عکرمہ سے کہتے ہیں کہ حضرت علی نے حضرت فاطمہ کو ملاقات کے لیے لوہے کی زرہ پیش کی"۔

اس روایت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ رخصتی کے وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس اس گھر میں چند چیزیں تھیں، جن کا اوپر ذکر ہو چکا، سوائے اس کے کہ "ایک بازوبند، ایک چھانی، ایک تولیہ اور ایک پیالہ تھا۔" اس کے علاوہ جب حضرت علی رضی اللہ حضرت فاطمہ کے پاس تشریف لائے تو حضرت فاطمہ کو ایک لوہے کی زرہ پیش کی۔

حلیۃ الاولیاء میں اس سامان میں ایک چارپائی اور پنیر کے ایک ٹکڑے کا ذکر بھی ملتا ہے:

ثنا أَبُو يَزِيدَ الْمَدَنِيُّ، أَنَّ عِكْرِمَةَ، حَدَّثَهُمْ قَالَ: لَمَّا زَوَّجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا كَانَ مَا جَهَّزَهَا بِهِ سَرِيرًا مَشْرُوطًا، وَوِسَادَةً مِنْ أَدَمٍ حَشْوُهَا لِيفٌ، وَتَوْرًا مِنْ أَقْطٍ، قَالَ: فَجَاءُوا بِبَطْحَاءَ فَنَثَرُوهَا فِي الْبَيْتِ ۔[7]

"ابویزید المدنی نے ہمیں حدیث بیان کی کہ حضرت عکرمہ نے ان سے حدیث بیان کی وہ کہتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی کی تو جو سامان دیا ان میں کھجور کی رسی سے بنی ہوئی ایک چارپائی، اور چمڑے کا ایک تکیہ جس میں گھاس بھری ہوئی تھی، پنیر کا کچھ حصہ، راوی کہتے ہیں کہ پس وہ وادی بطحاء میں لائے اور اس کو گھر میں رکھ دیا"۔

مسند احمد کی ایک روایت میں چند چیزوں کا تذکرہ ملتا ہے:

عَنْ عَلِيٍّ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا زَوَّجَهُ فَاطِمَةَ بَعَثَ مَعَهُ بِخَمِيلَةٍ وَوِسَادَةٍ مِنْ أَدَمٍ حَشْوُهَا لِيفٌ، وَرَحَيَيْنِ وَسِقَاءٍ وَجَرَّتَيْنِ ۔

"حضرت علی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ان کا نکاح کیا، تو ان کے ساتھ ایک چادر، اور ایک تکیہ جس میں گھاس بھری ہوئی تھی، اور آٹا پیسنے کی چکی، اور مشکیزہ، اور دو مٹکے بھیجے۔"

حضرت اِسماء بنت عمیس کی روایت ذخائر العقبی للطبری میں ہے، اس میں بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ والی روایت کے الفاظ ہیں۔۔۔البتہ خمیلہ کی تشریح کی گئی ہے فرماتے ہیں:

وعن أسماء بنت عميس قالت: لقد جهزت فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى على ابن أبى طالب وما كان حشو فرشهما ووسائدهما إلا ليفا.خرجه الدولابى.وعن على قال جهز رسول الله صلى الله عليه وسلم فاطمة في خميلة وقربة ووسادة من أدم حشوها ليف.خرجه أحمد في المناقب.[8]

اس کا مفہوم ما قبل میں گزر چکا ہے۔۔۔۔۔البتہ خمیلہ کی وضاحت کے بارے میں ہے کہ :

(شرح) : الخميلة القطيفة وهو كل ثوب له خمل من أي شئ كان، وقيل هي السود من الثياب، الخمل اهداب الثوب وعن على رضى الله عنه قال لقد تزوجت فاطمة ومالى ولها فراش غير جلد كبش،ننام عليه بالليل ونعلف عليه الناضح بالنهار ومالى ولها خادم غيرها.خرجه في الصفوة۔[9]

"خمیلہ سے مراد ہر وہ دھاری دار کپڑا جس پر کسی بھی قسم کا رواں ہو،اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ سیاہ رنگ کا کپڑا،اور خمل سے مراد کپڑے کے پھندنے ہیں،اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے فاطمہ سے نکاح کیا جبکہ میرے اور اس کے لیے مینڈھے کے چمڑے کے علاوہ کسی کھال کا گدا تھا،ہم اس پر رات کو سوتے تھے،اور دن کے وقت جانور کو اسی پر چارہ ڈالتے تھے،میرے اور اس کے لیے کوئی خادم بھی نہیں تھا۔اس کو صفوہ میں تخریج کیا ہے"۔

اس روایت میں بظاہر ایک دوسری روایت سے تعارض معلوم ہے،اس کا جواب دے رہے ہیں:

"یہ روایت ما قبل حضرت اسماء کی روایت سے ظاہری طور پر معارض معلوم ہوتی ہے،ظاہر یہ ہے کہ واؤ حالیہ ہے،اور اس واؤ کا مستانفہ ہونا بھی جائز ہے،اس میں کوئی تضاد نہیں ہے،اور ان دونوں احادیث کو جمع کیا جاسکتا ہے،سوائے اس کے کہ ابو بکر بن فارس نے جابر سے وہ روایت کی ہے جو اس معنی پر محمول کرنا ممکن نہیں ہے،انہوں نے کہا کہ علی اور فاطمہ کی سب عروسی میں ان کا بستر مینڈھے کے چمڑے کا تھا"۔

وظاهر هذا مضاد لما تقدم من حديث أسماء إذ الظاهر أن الواو واو الحال ويجوز أن تكون استئنافا ولا تضاد ويصار إليه جمعا بين الحديثين إلا أن أبا بكر بن فارس روى ما يمنع من هذا الحمل عن جابر قال كان فراش على وفاطمة ليلة عرسهما إهاب كبش.[10]

مختلف روایات میں ہے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی کی درخواست کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تمہارے پاس مہر کیا ہے؟جواب دیا کہ میں اپنا گھوڑا فروخت کردوں یا اپنی زرہ؟،پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا"زرہ"فروخت کردو،بالآخر وہ بارہ اوقیہ کی فروخت ہوگئی اور یہی فاطمہ کا مہر تھا[11]،ایک روایت میں ہے کہ یہ چار سو درہم میں فروخت ہوئی[12]،بعض روایات میں ہے کہ حضرت عثمان کو وہ زرہ

480درہم میں فروخت کر دی، بعض روایات میں ہے کہ حضرت عثمان نے وہ زرہ خرید کر پھر ان کو واپس ہدیہ کر دی، پھر حضرت علی نے وہ رقم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کر دی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بلایا، اور فرمایا کہ اس رقم سے فاطمہ کے لیے کچھ خوشبو اور گھر کی ضروری اشیاء خرید لاؤ۔[13]

درج بالا روایات کی روشنی میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جو مختصر سا سامان دیا گیا، اور وہ بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے زرہ فروخت کر کے اس کی رقم کا انتظام کر کے بطور مہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا تھا، اسی رقم سے یہ مختصر سامان ضرورت کا بندوبست کیا گیا۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ احادیث میں "جھز" کا لفظ استعمال ہوا ہے، اس سے بعض لوگوں نے اپنے عرف کے مطابق جہیز مراد لے لیا، ایسا ہر گز نہیں یہ محض مغالطہ ہے، کیونکہ جہیز کا لفظ سامان دینا وغیرہ کے معنی میں عام طور پر استعمال ہوتا ہے، اور وہ کسی کو بھی کسی بھی وقت دیا جا سکتا ہے، اور احادیث میں یہ لفظ ہمارے رواج کی ہر گز تائید نہیں کرتا، بلکہ یہ روایات ہمارے جہیز کے رواج کی مذمت کرتی ہیں۔

اس کے علاوہ فقہاء اربعہ اور امام ابن حزم نے بھی ہمارے اس رواج کی مذمت کی ہے، اور یہ واضح کیا ہے کہ یہ انتظام مرد کے ذمہ ہے، عورت کے ذمہ نہیں ہے، جیسا کہ درج ذیل عبارات اس کی شاہد ہیں:

عورت کو بطور جہیز دئے جانے والے سامان سے متعلق فقہاء کے اقوال

ابن نجیم حنفی البحر الرائق میں رقمطراز ہیں:

وَالْحَاصِلُ أَنَّ الْمَرْأَةَ لَيْسَ عَلَيْهَا إلَّا تَسْلِيمُ نَفْسِهَا فِي بَيْتِهِ وَعَلَيْهِ جَمِيعُ مَا يَكْفِيهَا بِحَسَبِ حَالِهِمَا مِنْ أَكْلٍ وَشُرْبٍ وَلُبْسٍ وَفُرُشٍ وَلَا يَلْزَمُهَا أَنْ تَسْتَمْتِعَ بِمَا هُوَ مِلْكُهَا وَلَا أَنْ تَفْرِشَ لَهُ شَيْئًا مِنْ فِرَاشِهَا وَإِنَّمَا أَكْثَرْنَا مِنْ هَذِهِ الْمَسَائِلِ تَنْبِيهًا لِلْأَزْوَاجِ لِمَا نَرَاهُ فِي زَمَانِنَا مِنْ تَقْصِيرِهِمْ فِي حُقُوقِهِنَّ حَتَّى أَنَّهُ يَأْمُرُهَا بِفَرْشِ أَمْتِعَتِهَا جَبْرًا عَلَيْهَا، وَكَذَلِكَ لِأَضْيَافِهِ وَبَعْضُهُمْ لَا يُعْطِي لَهَا كِسْوَةً حَتَّى كَانَتْ عِنْدَ الدُّخُولِ غَنِيَّةً صَارَتْ فَقِيرَةً، وَهَذَا كُلُّهُ حَرَامٌ لَا يَجُوزُ، نَعُوذُ بِاَللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا۔[14]

"حاصل یہ ہے کہ عورت کے ذمہ صرف اپنے آپ کو شوہر کے گھر میں اس کے سپرد کر دینا ہے، اور وہ سب کچھ جو اس عورت کے حسب حال اس کے لیے کفایت کر جائے کھانا، پینا، پہننا، بستر وغیرہ سب اس شوہر کے ذمہ ہے، اور اس عورت کے لیے یہ ضروری نہیں کہ جس چیز کی وہ خود مالک ہے اس سے استفادہ کرے، اور اپنے بستر وغیرہ میں سے کچھ بھی شوہر کے لیے بچھانا اس کے لیے لازمی نہیں، اور یہ اکثر وہ مسائل ہیں جس میں شوہروں کو تنبیہ ہے، کہ جو ہم عصر

حاضر میں ان کو عورتوں کے حقوق میں کوتاہی کرتا دیکھتے ہیں، یہاں تک کہ وہ اس عورت کو اپنے سامان سے استفادہ کرنے پر مجبور کرتے ہیں، اور اسی طرح اس شوہر کے مہمانوں کے لیے بھی یہی حکم ہے، اور بعض لوگ اس عورت کو لباس بھی نہیں دیتے یہاں تک کہ جب وہ تشریف لائی تھی تو مالدار تھی لیکن پھر محتاج ہو جاتی ہے، یہ سب حرام اور نا جائز ہے۔ ہم اپنے نفسوں کے شر اور برے اعمال سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں"۔

مالکیہ میں سے ابو العباس صاوی مالکی تحریر کرتے ہیں:

وَحَاصِلُ الْفِقْهِ أَنَّ الزَّوْجَةَ الرَّشِيدَةَ الَّتِي لَهَا قَبْضُ صَدَاقِهَا إذَا قَبَضَتْ الْحَالَّ مِنْ صَدَاقِهَا قَبْلَ بِنَاءِ الزَّوْجِ بِهَا، فَإِنَّهُ يَلْزَمُهَا أَنْ تَتَجَهَّزَ بِهِ عَلَى الْعَادَةِ مِنْ حَضَرٍ أَوْ بَدْوٍ حَتَّى لَوْ كَانَ الْعُرْفُ شِرَاءَ خَادِمٍ أَوْ دَارٍ لَزِمَهَا ذَلِكَ، وَلَا يَلْزَمُهَا أَنْ تَتَجَهَّزَ بِأَزْيَدَ مِنْهُ إلَّا لِشَرْطٍ أَوْ عُرْفٍ۔[15]

"فقہ کا حاصل یہ ہے کہ عقل مند بیوی جس نے مہر وصول کر لیا اور خلوت صحیحہ سے پہلے ہی مہر معجّل پر قبضہ کر لیا، تو اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اس مہر سے موجودہ اور بعد میں ضرورت پڑنے والے سامان کا انتظام کرے، یہاں تک کہ اگر خادم یا مکان خریدنے کا رواج ہو تو اس کے ذمہ اس کا انتظام کرنا بھی لازم ہے، البتہ اس مہر سے زیادہ کا سامان اس کے ذمہ لازم نہیں ہے، سوائے اس کے کہ کوئی شرط لگائی گئی ہو یا اس کا رواج ہو"۔

شافعیہ میں سے ابو الحسن ماوردی شافعی تحریر کرتے ہیں:

وَعِنْدَنَا: لَا يَجِبُ عَلَى الْمَرْأَةِ أَنْ تَتَجَهَّزَ لِلزَّوْجِ؛ لِأَنَّ الْمَهْرَ فِي مُقَابَلَةِ الْبُضْعِ دُونَ الْجَهَازِ، فَلَمْ يَلْزَمْهَا إِلَّا تَسْلِيمُ الْبُضْعِ وَحْدَهُ۔[16]

"اور ہمارے (شافعیہ کے) نزدیک عورت پر ضروری نہیں کہ شوہر کے لیے سامان کا انتظام کرے، کیونکہ مہر جہیز کے بدلے میں نہیں بلکہ بضع کے بدلے میں ہوتا ہے، لہٰذا اس عورت کے لیے صرف اپنے آپ کو سپرد کر دینا ہی کافی ہے۔
"

حنابلہ میں سے محمد بن صالح حنبلی رقمطراز ہیں:

يَلْزَمُ الزَّوْجَ نَفَقَةُ زَوْجَتِهِ قُوتاً، وَكِسْوَةً، وَسُكْناهَا بِمَا يَصْلُحُ لِمِثْلِهَا، وَيَعْتَبِرُ الْحَاكِمُ ذلِكَ بِحَالِهِمَا عِنْدَ التَّنَازُعِ، فَيَفْرِضُ لِلْمُوسِرَةِ تَحْتَ الْمُوسِرِ قَدْرَ كِفَايَتِهَا مِنْ أَرْفَعِ خُبْزِ الْبَلَدِ، وَأُدْمِهِ، وَلَحْماً عَادَةَ الْمُوسِرِينَ بِمَحَلِّهِمَا، وَمَا يَلْبَسُ مِثْلُهَا مِنْ حَرِيرٍ وَغَيْرِهِ، وَلِلنَّوْمِ فِرَاشٌ وَلِحَافٌ وَإِزَارٌ وَمِخَدَّةٌ، وَلِلْجُلُوسِ حَصِيرٌ جَيِّدٌ وَزَلِّيٌّ، وَلِلْفَقِيرَةِ تَحْتَ الْفَقِيرِ مِنْ أَدْنَى خُبْزِ الْبَلَدِ، وَأُدْمٍ يُلَائِمُهُ، وَمَا يَلْبَسُ مِثْلُهَا، وَيُجْلَسُ عَلَيْهِ، وَلِلْمُتَوَسِّطَةِ مَعَ الْمُتَوَسِّطِ، وَالْغَنِيَّةِ مَعَ الْفَقِيرِ، وَعَكْسُهَا مَا بَيْنَ ذلِكَ عُرْفاً۔[17]

" شوہر کے ذمہ بیوی کا نفقہ لازم ہے، جس میں خوراک، لباس اور ایسی رہائش کہ جو اس قسم کی عورت کے مناسب حال ہوتی ہے، اور تنازع کی صورت میں حاکم ان دونوں کی حالت کا اعتبار کرے گا، پس مالدار عورت جو کہ مالدار مرد کے تحت ہے اس کے لیے اتنی مقدار مقرر کرے گا جو اسے کفایت کر جائے، شہر کی سب سے اعلیٰ روٹی اور سالن اور گوشت جو ک اس قسم کے مالدار لوگوں کے مناسب حال ہوتا ہے، اور اس جیسی عورتوں کے لیے جس قسم کے ریشم وغیرہ کا لباس ہوتا ہے، اور سونے کے لیے بستر، لحاف، مخصوص لباس، سرہانہ، اور بیٹھنے کے لیے عمدہ چٹائی اور ملائم فرش۔ اور جو فقیر عورت کسی فقیر مرد کے تحت ہو اس کے لیے شہر کی ادنیٰ درجہ کی روٹی اور سالن جو اس کے مناسب حال ہو، اور جو اس جیسی کے لیے مناسب لباس ہو، اور جو اس کے بیٹھنے کی اشیاء ہوں۔ اور متوسط درجہ کی عورت جو کہ متوسط درجہ کے مرد کے تحت ہو، اور مالدار عورت جو کہ فقیر کے ماتحت ہو، اور اس کا برعکس اس کے مابین جو بھی رواج ہو اس کے مطابق ان کو دیا جائے گا"۔

امام ابن حزم ظاہری فرماتے ہیں:

وَلاَ يَجُوزُ أَنْ تُجْبَرَ الْمَرْأَةُ عَلَى أَنْ تَتَجَهَّزَ إِلَيْهِ بِشَيْءٍ أَصْلاً، لاَ مِنْ صَدَاقِهَا الَّذِي أَصْدَقَهَا، وَلاَ مِنْ غَيْرِهِ مِنْ سَائِرِ مَالِهَا، وَالصَّدَاقُ كُلُّهُ لَهَا تَفْعَلُ فِيهِ كُلِّهِ مَا شَاءَتْ، لاَ إِذْنَ لِلزَّوْجِ فِي ذَلِكَ، وَلاَ اعْتِرَاضَ. وَهُوَ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ، وَالشَّافِعِيِّ۔[18]

" عورت کو اس پر مجبور کرنا بالکل بھی جائز نہیں کہ وہ مرد کے لیے سامان تیار کرے، نہ تو اس مہر میں سے جو مرد نے اس عورت کو دیا ہے، اور نہ ہی اس کے عورت کے باقی اموال میں سے (مرد کے لیے سامان تیار کرے)۔ اور مہر تمام کا تمام اسی عورت کا ہے، وہ اس تمام سے جو چاہے کر سکتی ہے، اس میں شوہر کی اجازت کی بھی ضرورت نہیں ہے، اور نہ ہی اس کو اعتراض کرنے کا حق ہے۔ یہ امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کا قول ہے"۔

وہبہ زحیلی کے نزدیک فقہاء کرام کی آراء کا حاصل

دکتور وہبہ زحیلی جہیز کا سامان کس کے ذمہ ہے، اس بارہ میں الفقہ الاسلامی وادلتہ میں فقہاء کرام کی دو آراء ہیں، ذیل میں ان کا ذکر کیا گیا ہے:

الجهاز: هو أثاث المنزل وفراشه وأدوات بيت الزوجية، وهناك رأيان للفقهاء في الملزم بالجهاز:

قال المالكية :

الجهاز واجب على الزوجة بمقدار ما تقبضه من المهر، فإن لم تقبض شيئاً فلا تلزم بشيء إلا إذا اشترط الزوج التجهيز عليها، أو كان العرف يلزمها به.

ودليلهم إن العرف جرى على إن الزوجة هى التى تعد بيت الزوجية وتجهزه بما يحتاج إليه، وإن الزوج إنما يدفع المهر لهذا الغرض. ويلزمها إن تتجهز بالمهر على العادة من حضر او بدو، ولا يلزمها إن تتجهز بأزيد منه إلا لشرط او عرف

"جہیز وہ گھر کا سامان ہے، سونے کا اور زوجیت کے گھر کے آلات ہیں۔" یہ کس پر لازم ہے، اس بارے میں فقہاء کرام کی دو آراء ہیں: مالکیہ نے کہا: جہیز زوجہ پر اس قدر واجب ہے جتنا کہ اس نے مہر وصول کر لیا ہو، لیکن اگر کوئی مہر وصول نہیں کیا تو اس پر کچھ بھی لازم نہیں، سوائے اس کے کہ اگر شوہر نے اس پر جہیز کی شرط عائد کر دی ہو یا وہاں کا رواج ہو تو اس کی وجہ سے اس پر لازم ہو گا۔

ان کی دلیل یہ ہے کہ عرف یہ ہے کہ بیوی نے جہاں رہنا ہے وہاں گھر کی تیاری کرتی ہے، اور جس چیز کی ضرورت ہو وہاں فراہم کرتی ہے، اور اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے شوہر مہر ادا کرتا ہے، اور اس بیوی کے ذمہ ہے کہ وہ حسب عادت شہر میں ہو یا دیہات میں اس مہر کے ذریعے سامان کا انتظام کرائے، اور یہ اس پر لازم نہیں ہے کہ وہ مہر سے زیادہ قیمت کا سامان تیار کرائے، سوائے اس کے کہ کوئی شرط لگائی گئی ہو یا رواج ہو۔

حنفیہّ کے نزدیک اس سے مختلف رائے ہے، جیساکہ وہبہ زحیلی رقمطراز ہیں:

وخالفهم الحنفية : فرأوا أن الجهاز واجب على الزوج، كما يجب عليه النفقة وكسوة المرأة، والمهر المدفوع ليس في مقابلة الجهاز، وإنما هو عطاء ونحلة كما سماه الله في كتابه، أو هو في مقابلة حل التمتع بها، فهو حق على الزوج لزوجته.لكن إن دفع الزوج مقداراً من المال في مقابلة الجهاز:فإن كان المال زائداً على المهر مستقلاً عنه، فتلزم الزوجة بإعداد الجهاز لأنه كالهبة بشرط العوض.وأما إن كان المال غير مستقل عن المهر، بأن سمى مهراً زائداً على مهر المثل، فالصحيح كما قال ابن عابدين أن الزوجة لا يلزمها شيء من الجهاز؛ لأن الزيادة متى جعلت من ضمن المهر، التحقت به، وصار كله حقاً خالصاً للزوجة، فلا تطالب بإنفاق شيء منه في الجهاز جبراً عنها.[19]

حنفیہّ کی رائے مختلف ہے، وہ کہتے ہیں کہ جہیز شوہر پر واجب ہے، جیساکہ عورت کو نان ونفقہ اور لباس اس پر واجب ہوتا ہے، اور مہر جہیز کے لیے نہیں دیا جاتا بلکہ وہ ایک عطیہ اور خوشگوار تحفہ ہوتا ہے، جیساکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اس کا یہ نام رکھا ہے، یا یہ مہر اس نفع کے بدلہ میں ہوتا ہے جو بیوی شوہر کے لیے حلال کر دیتی ہے، پس بیوی کا یہ مہر شوہر پر لازم ہوتا ہے، لیکن اگر شوہر جہیز کے لیے مال کی اتنی مقدار دے، تو اگر وہ مال اس مہر سے مستقل زائد ہو، تو بیوی کے لیے جہیز تیار کرنا لازم ہے، کیونکہ یہ بدل کی شرط کے ساتھ ہبہ ہے۔ لیکن اگر مال مہر کے لیے مستقل نہ ہو، اس طرح کہ مہر مثلی سے زائد مہر مقرر کیا گیا تو صحیح قول یہ ہے جیساکہ ابن عابدین شامی نے کہا کہ بیوی کے لیے جہیز میں سے کچھ بھی لازم نہیں ہے، کیونکہ جب مہر کے ضمن میں زائد مقدار ہو جائے تو وہ اسی کے ساتھ لاحق ہو جاتی ہے، اور وہ خالص بیوی کا حق بن جاتا ہے، لہٰذا جہیز میں خرچ کرنے کے لیے اس پر جبر نہیں کیا جائے گا۔

مفتی محمد تقی عثمانی صاحب رقمطراز ہیں:

شرعی اعتبار سے جہیز کی حقیقت صرف اتنی ہے کہ اگر کوئی باپ اپنی بیٹی کو رخصت کرتے وقت اسے کوئی تحفہ اپنی استطاعت کے مطابق دینا چاہے تو دیدے، اور ظاہر ہے کہ تحفہ دیتے وقت لڑکی کی آئندہ ضروریات کو مدنظر رکھا جائے تو زیادہ بہتر ہے، لیکن نہ وہ شادی کے لیے کوئی لازمی شرط ہے، نہ سسرال والوں کو کوئی حق پہنچتا ہے کہ وہ اس کا مطالبہ کریں، اور اگر کسی لڑکی کو جہیز نہ دیا جائے یا کم دیا جائے تو اس پر برا منائیں یا لڑکی کو مطعون کریں، اور نہ یہ کوئی دکھاوے کی چیز ہے کہ شادی کے موقع پر اس کی نمائش کر کے اپنی شان و شوکت کا اظہار کیا جائے، اس سلسلے میں ہمارے معاشرے میں غلط تصورات پھیلے ہوئے ہیں۔[20]

مذکورہ بالا تمام کتب احادیث وسیرت اور فقہاء کرام کی آراء کی روشنی میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں جہیز ایک ضرورت ہے، لیکن اس کا انتظام وغیرہ وہ مرد ہی کے ذمہ ہے، لیکن اگر عورت انتظام کرے تو اس کی قیمت کی ادائیگی وہ مرد کرے گا، لیکن یہ ہرگز درست نہیں جیسا کہ ہمارے معاشرہ میں عام ہے کہ سارا انتظام عورت پر ڈال دیا جاتا ہے، یہ انتہائی غیر اخلاقی اور ناجائز بات ہے، اس سے حتی الوسع گریز کیا جانا چاہیے۔

جہیز اور عروسی تحائف دینے اور نہ دینے کے عمومی اثرات

جہیز اور عروسی تحائف کی روایت روز بروز بڑھتی جا رہی ہے اور جہیز میں دی جانے والی اشیاء میں بھی بہت زیادہ اضافہ دیکھنے میں آ رہا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ان اشیاء کی نمائش کا باقاعدہ اہتمام کیا جاتا ہے جس میں اہل محلّہ اور رشتہ داروں کو بطور خاص مدعو کیا جاتا ہے تاکہ وہ جہیز میں دیے جانے والے سامان کو دیکھ لیں اس کام میں عموماً خواتین زیادہ دلچسپی رکھتی ہیں اور نسبتاً ان کا رجحان اور یادداشت گھریلو استعمال کی چیزوں اور کپڑوں کے پرنٹ اور کلر وغیرہ کے بارے میں تیز ہوتی ہے کہ کب، کہاں اور کس موقع پر کس نے کیا چیز لی یا پہنی تھی۔ اس کو ذہن میں رکھ کر خواتین اپنی بیٹیوں کو یا لڑکیاں خود زیادہ جہیز کا مطالبہ کرتی ہیں کہ کم از کم فلاں سے تو زیادہ سامان ہونا چاہیے۔ آخر خاندان اور معاشرے میں ہماری عزت ہے اپنی ناک کو اونچا کرنا کے لئے بوڑھے باپ اور جوان بھائی کی کمر کتنی جھک رہی ہے جہیز کے مطالبے پورا کرنے کے لئے سودی قرضے تک اٹھانے سے گریز نہیں کیا جاتا اور پھر ان سودی قرضوں کو ادا کرنے کے لئے عمریں بیت جاتی ہیں، لوگوں کو اپنے گھر گروی رکھنے پڑتے ہیں مگر یہ موذی عذاب پیچھا نہیں چھوڑتا۔

جہیز اور عروسی تحائف دینے سے جہاں معاشرے میں ایک ابتری کی سی صورتحال درپیش ہے اسی طرح جہالت کے باعث جہیز نہ دینے کے بھی چند نقصانات ہیں۔ سب سے پہلے تو جس لڑکی کو ماں باپ جہیز نہ دے سکیں اس کے اپنے دل میں اپنی ناقدری کا احساس جاگتا ہے، جذباتی طور پر وہ اندر سے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جاتی ہے اور ایک اندازے کے مطابق وہ خواتین جن کو ماضی میں اپنے ماں باپ سے جہیز نہیں ملا ہوتا وہ اپنی بیٹیوں کو زیادہ جہیز دینا چاہتی ہیں اس سے اپنے کمی کے احساس کا ازالہ کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ جو لڑکیاں زیادہ جہیز کے ساتھ میکے سے سسرال رخصت ہوتی ہیں ان کو عموماً عزت اور قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے لیکن اس کے

برعکس جو لڑکیاں زیادہ جہیز کے ساتھ رخصت نہیں ہو پاتیں ان کو سسرال میں مشکلات کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے، حتی کہ بہت سی خواتین ظلم سہتے سہتے اتنی تنگ پڑ جاتی کہ خود کشی کر بیٹھیں اور بہت سی خواتین کو قتل تک کروا دیا گیا۔ ایسے بہت سے کیس روزانہ کی بُنیاد پہ منظر عام پر آتے رہتے ہیں اور رجسٹرڈ بھی ہوتے ہیں لیکن ایک بڑی تعداد ایسی بھی ہے جن تک متعلقہ محکموں یا اداروں کی رسائی ممکن نہیں ہو سکی۔ پاکستان میں ہر سال تقریبا دوہزار خواتین کم جہیز لانے کی وجہ سے موت کا سامنا کرتی ہیں۔

جہیز اور عروسی تحائف کے دینے اور نہ دینے کے اثرات و نتائج پر بہت سے اہل علم نے بہت کچھ تحریر کر دیا ہے، اس سب کو ذکر کرنا مقصود نہیں ہے، کیونکہ جہیز اور عروسی تحائف کی رسم کے اثرات بہر حال مثبت نہیں ہیں، معاشرہ کو ان سے پاک کرنے کی از حد ضرورت ہے، تاکہ ہمارا معاشرہ امن وآشتی کا گہوارہ بن جائے، اس مقصد کے لیے جہاں پاکستان کے قانون جہیز اور عروسی تحائف 1976ء کی روشنی میں بہتری پیدا کرنے کی ضرورت ہے، اور اس قانون میں مزید عصر حاضر کے مطابق تبدیلی لانے کی ضرورت ہے۔

عصر حاضر میں قانون کے اطلاق و نفاذ کا جائزہ

قانون سازی کا مقصد معاشرہ میں امن واستحکام کے نفاذ کے ساتھ ساتھ انفرادی اور اجتماعی طور پر لوگوں کی ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے ان کا مناسب حل تلاش کرنا ہے، جو کہ پاکستان کے قانون ساز اداروں نے اس طرف توجہ دی، اور اس حوالے سے بہترین قوانین مرتب کیے، ان میں یہ قانون جہیز اور عروسی تحائف کی پابندی والا قانون بھی شامل ہے۔

لیکن ایک بڑا المیہ یہ ہے کہ اس قانون کو منظور ہوئے ایک طویل عرصہ گزر چکا ہے، لیکن آج تک اس کی عملی صورت سامنے نہیں آئی، حکومت کی یہ ذمہ داری ہے کہ جب ایک قانون بنایا گیا ہے جو کہ معاشرہ اور ملک و قوم کے مفاد کے لیے ہے تو اس پر عمل درآمد کروانے کی کوشش کرے۔

حالیہ رپورٹ[21]

اس مقالہ پر کام کرنے کے دوران میری ایک جج صاحب (محمد خالد، سول جج، فیملی لاز، تحصیل ساہیوال، ضلع سرگودھا) سے مورخہ 30 جولائی 2020ء کو اس موضوع پر گفتگو ہوئی، اور اس قانون کے بارے انہوں نے تین باتیں کی طرف توجہ دلائی:

1۔ آج کل ہمارے ہاں ایک طویل عرصہ ہو چکا ہے اس قسم کو کوئی مقدمہ درج نہیں ہوا، کہ جس میں اس قانون کے مطابق دعویٰ کیا گیا ہو، اور پھر اس کی پیروی کی گئی ہو، ان کا کہنا تھا کہ گویا کہ یہ قانون "Dead Law" کی صورت اختیار کر گیا ہے۔

2۔ دوسری بات یہ بتائی گئی کہ اس قانون پر عمل پیرانہ ہونے میں سب سے زیادہ ہماری حکومت اور حکومتی افراد ذمہ دار ہیں، وہ اس کے نفاذ کی طرف سنجیدگی سے کوئی توجہ ہی نہیں دے رہے، ان کے اپنے مقاصد اور اہداف ہیں، جن پر زد پڑتی ہے، اس لیے وہ اس کو نظر انداز کر رہے ہیں۔

3۔ تیسری بات یہ بتائی گئی کہ یہ قانون صرف کتابوں یا کورس کی حد تک موجود ہے، اس میں کوئی تبدیلی یا ترمیم کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی، جبکہ 1976ء سے آج تک کتنی تبدیلیاں آچکی ہیں، اور بہت سی چیزوں کی قیمتیں وغیرہ بدل چکی ہیں، اور معیارات میں تبدیلی آچکی ہے، لیکن اس قانون میں وہی باتیں تاحال موجود ہیں۔[22]

خالد جج صاحب نے مزید کہا کہ :

> یہ بہترین قانون ہے، جو معاشرتی امن واستحکام کے ساتھ ساتھ لوگوں کی انفرادی ضروریات کو سامنے رکھتے ہوئے ترتیب دیا گیا، لیکن المیہ یہ ہے کہ اس قانون کو منظور ہوئے ایک طویل عرصہ گزر چکا ہے، جبکہ ہمارے معاشرہ میں اس کے عملی اثرات کا نفاذ عنقاء ہے۔ قانون خواہ کتنا ہی عمدہ کیوں نہ ہو جب تک اس کو عملی طور پر نافذ نہیں کیا جائے گا، اس کے خاطر خواہ ثمرات حاصل نہیں ہو سکتے۔

اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے دو قسم کی کاوشیں ضروری معلوم ہوتی ہیں :

انفرادی کاوشیں　　　　اجتماعی کاوشیں

انفرادی کاوشیں

جہاں تک انفرادی کاوشوں کا تعلق ہے تو وہ ہر شخص اپنے دائرہ کار میں رہتے ہوئے اس پر عمل کروا سکتا ہے جو حکومت کے کسی ایسے ادارہ سے منسلک ہے جو معاشرہ میں قوانین کے نفاذ میں اثر رکھتے ہیں، کیونکہ ایسے بہت سے افراد ہیں جو صرف اپنے معاشرتی معیار کو بلند رکھنے کے لیے ان رسومات کو جاری رکھے ہوئے ہیں، اگر وہ لوگ اپنے عزیز و اقارب کے شادی بیاہ کے موقع پر ان قوانین پر سختی سے عمل درآمد کروائیں تو امید کی جا سکتی ہے کہ معاشرہ میں کافی بہتری آجائے۔

اجتماعی کاوشیں

1۔ جہاں تک اجتماعی کاوش کا تعلق ہے تو وہ یہ ہو سکتی ہیں کہ ہر علاقہ والے اپنے علاقہ میں ایسی تنظیمات اور ادارے بنائیں جو اس مسئلہ کو ایک نظم وضبط کے ساتھ حل کریں، اس کے لیے مخلص افراد کو اس میں شامل کیا جائے اور وہ اس اجتماعی طور پر علاقہ میں ایسے پروگرام کریں کہ جس سے لوگوں میں اس مسئلہ سے متعلق آگاہی پیدا ہو، اور لوگ اس بارے سوچنے پر مجبور ہوں۔

2۔ اسی طرح اجتماعی کاوشوں میں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حکومت اجتماعی طور پر مختلف سطحوں پر اس قانون کے نفاذ کی تحریک کو منضبط کرے اور اس کا جائزہ لے ،اس کے نفاذ میں پیدا ہونے والی رکاوٹوں کو دور کرے۔ غریب اور مستحق افراد کو جس قسم کے تعاون کی ضرورت ہو وہ انہیں فراہم کرے۔[23]

خلاصہ بحث

معاشرے سے جہیز اور عروسی تحائف کی رسومات سے خلاصی کے مقصد کو حاصل کرنے کے لیے معاشرے کے ہر طبقہ کے افراد کو اپنی ذمہ داری محسوس کرنی پڑے گی، جن میں مرد، عورت، جوان، بوڑھے، علماء، صحافی، فنکار، اور اساتذہ کرام وغیرہ سب شامل ہیں، ان کو جہیز اور عروسی تحائف کے خلاف مستقل بنیادوں پر تحریک چلانے کی ضرورت ہے چاہے وہ چھوٹے پیمانے پر ہو یا بڑی سطح پر، معاشرے کو اس تحریک کی اشد ضرورت ہے، تاکہ ہم ان رسومات کے عفریت سے جان چھڑا سکیں، لیکن اگر ہم اس کے خاتمے کے لئے خلوص کے ساتھ کمرِ ہمت باندھ لیں تو کوئی وجہ ہی نہیں کہ مددِ خدا شامل نہ ہو اور اس طرح ہم کچھ عرصے میں اپنی آنے والی نسلوں کو اس بے جا رسم سے نجات دلا سکیں گے، قرآن وسنت کی تعلیمات اور سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو عام کرنے کی اشد ضرورت ہے-اسی طرح حکومت کو ان رسومات کے خاتمے کے لئے قانون جہیز اور دلہن کے تحفے (پابندی) ایکٹ 1976ء میں عصر حاضر کے مطابق مناسب تبدیلیاں کر کے اس کا اپنے زور بازو کے ساتھ نفاذ کرنا چاہیے۔

چونکہ جہیز اور دلہن کے تحفے (پابندی) ایکٹ 1976 کے نفاذ کو لگ بھگ چار دہائیاں گزر گئیں ہیں، لیکن یہ قانون سازی کے ایک فراموش حصے میں بدل گیا ہے، ملک میں موجودہ حقائق اور کرنسی کی مسلسل قدر میں کمی کو مد نظر رکھتے ہوئے، قانون کی خلاف ورزی کے لئے جہیز، تحائف اور جرمانے کی قیمت پر رکھی گئی حد کو بڑھانے کے لئے اس قانون میں تبدیلیاں لانے کی ضرورت ہے۔

سفارشات

اگر ہم سیرت النبی کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہم بحیثیت مسلمان اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے کے ناتے ایک ایسی مثالی زندگی کے امین ہیں کہ جس میں جہاں ہم انفرادی طور پر اللہ کے محبوب بن سکتے ہیں، وہاں ہم معاشرتی طور پر بھی ایک انتہائی مفید اور بے ضرر شہری انسان بن سکتے ہیں، ہمیں مغرب سے مثالیں لینے کی ضرورت نہیں، کیونکہ ہمارا اسلامی ورثہ اس کی بہت سی مثالوں سے بھرپور ہے۔

اسی طرح سیرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور تابعین وتبع تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ کی سیرت میں بھی ہمارے لیے بہت سی مثالیں ہیں، ہماری ذمہ داری یہ ہے کہ ہم اپنے نصاب میں اس کو شامل کریں، اور اپنے گھروں میں ان حضرات کی سیرت کی تعلیم کو عام کریں، تاکہ ہمارے چھوٹے بڑے لوگ ان کی روشن سیرت سے مستفید ہوں، اور ان میں اپنی زندگیوں کو سنوارنے کی فکر پیدا ہو۔

یاد رہے کہ جو لوگ بھی ان رسومات کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں گے ان کو وہ تمام پہلو مد نظر رکھنے ہوں گے جن کو بنیاد بنا کر جہیز نہ لے کر آنے والی لڑکیوں کو ذہنی اذیت کا شکار بنایا جاتا ہے۔ان باہمت لڑکوں اور ان کے خاندانوں کو اپنا دل کھلا اور ذہن وسیع کرنے ہوں گے اور ایسی بہادر خاتون جو جہیز نہ لاکر ایک نئی اور عمدہ مثال قائم کرنے چلے گی اس کی ہر سطح پر مدد کرنا ہوگی اور یقیناً اس کی روک تھام کا زیادہ اثر اِس بات میں ہوگا کہ لڑکے کے گھر والوں کی طرف سے جہیز نہ لینے کا اعلان کیا جائے، کیونکہ قرینِ انصاف بھی یہی ہے۔ خاص کر معاشرے کے صاحبِ ثروت و خوشحال لوگ اگر اس کی روایت ڈالیں گے تو سفید پوش اور کم ثروت کے لوگوں کے لئے تقلید آسان ہو جائے گی۔

جو والدین اپنی بیٹیوں کو سامان دینا چاہیں وہ نمائش اور شرائط کے بغیر دیں،اس سامان کی نمائش کی حوصلہ شکنی کی جائے، تاکہ معاشرہ میں غریب اور نادار والدین اور ان کی بیٹیوں کی دل آزاری نہ ہو،اور جن والدین کے بیٹے ہیں ان کے ذہن میں سامان جہیز کی عصری صورت حال کی حوصلہ شکنی ہو۔ لہٰذا اگر والدین بغیر جبر واکراہ کے اور بغیر نمود و نمائش کے اپنی استطاعت کی حد تک لڑکی کو شادی کے موقع پر کچھ سامان دیتے ہیں تو یہ درست ہے۔ ایسی صورت میں بچی کے لیے جہیز لینا جائز ہے، اور بچی ہی جہیز کے سامان کی مالک ہوگی۔البتہ جہیز کے نام پر لڑکے والوں کا مطالبہ کرنا یا معاشرتی دباؤ کی وجہ سے محض رسم پوری کرنے کے لیے لڑکے والوں کو سامان دینا پڑے اور مذکورہ سامان دینے میں بچی کے والدین کی رضامندی بھی نہ ہو تو ایسی صورت میں لڑکے والوں کے لیے ایسا جہیز لینا ناجائز ہے۔اگر والد اپنی بیٹی کو کچھ دیتا ہے تو بہتر یہی ہے کہ نمود و نمائش کے بغیر ہو۔

اسی طرح اسلامی جمہوریہ پاکستان کی حکومتوں کو چاہیے کہ جہیز کی روک تھام کے لئے قوانین واضح کرے اور ان کا نفاذ بھی کرائے۔ حکومت کو معاشرتی برائیوں کے خاتمے کے لئے ایک خاص موثر سکیم کا اجرا کرنا چاہیے کہ جو ان معاشرتی بیماریوں کے ساتھ ساتھ ان سے جڑی دوسری معاشرتی برائیوں کے تدارک کا کام سرانجام دیں، جیسا کہ قانون جہیز اور دلہن کے تحفے (پابندی) ایکٹ 1976 اور شادی کے افعال (غیر مناسب اخراجات اور ضائع اخراجات کی ممانعت) آرڈیننس 2000 کی ایک مماثلت ہے۔ جو شادی سے متعلق امور پر پابندیاں عائد کرنے کے لئے صوبے میں اس وقت لاگو ہیں۔اس میں جہیز، دلہن کے تحائف اور شادی کے کام شامل ہیں۔

چونکہ جہیز اور دلہن کے تحفے (پابندی) ایکٹ 1976 کے نفاذ کو ایک عرصہ گزر گیا ہے، لیکن ملک میں موجودہ حقائق اور کرنسی کی مسلسل قدر میں کمی کو مد نظر رکھتے ہوئے، قانون کی خلاف ورزی کے لئے جہیز، تحائف اور جرمانے کی قیمت پر رکھی گئی حد کو بڑھانے کے لئے اس قانون میں تبدیلیاں لانے کی ضرورت ہے۔

یہ کہنا کہ جہیز ایک شہری کا ذاتی معاملہ ہے اِس لئے حکومت مداخلت نہیں کر سکتی، اُن کے لئے عرض ہے کہ شادی کا وقت اور طعام، یہ دونوں بھی تو شہریوں کے ذاتی معاملات ہیں مگر سنگل ڈش کا قانون اور رات دس بجے تک شادی کی تقریب بہر صورت ختم کرنے کا قانون بھی تو موجود ہیں اور حکومت شہریوں کے ذاتی معاملات میں مداخلت کر رہی ہے۔ لہٰذا اصلاح عوام اور نامعقول و فضول روایات و رسومات کے خاتمے کے لئے اگر حکومت ایسے معاملات میں مداخلت کرے گی تو اس سے عام شہریوں کا بھلا ہی ہوگا۔

حواشی، حوالہ جات

---

[1] ۔۔۔جہیز اور عروسی تحائف کی پابندی کا قانون1976ء۔ The Dowry and Bridal Gifts (Restriction) Rules, 1976"

[2] ۔۔۔عبدالمجید، حنیف، محمد، تحفہ دلہا،بیت العلم ٹرسٹ، کراچی، طبع 2008ء۔ص70۔

[3] ۔۔۔روزنامہ دکن ہیرالڈ بنگلور، 3 جنوری 1989ء بحوالہ عبدالمجید، حنیف، محمد، تحفہ دلہا،بیت العلم ٹرسٹ، کراچی، طبع 2008ء۔ص70۔

[4] ۔۔۔السخاوی، محمد بن عبد الرحمن بن محمد، شمس الدين أبو الخير (المتوفى: 902هـ) المقاصد الحسنة فی بيان كثير من الأحاديث المشتهرة على الألسنة، المحقق: محمد عثمان الخشت، الناشر: دار الكتاب العربي—بيروت، الطبعة: الأولى، 1405هـ۔1985م۔ حديث453۔1/330۔

[5] ۔۔۔القزوینی، محمد بن یزید، ابن ماجہ(م273ھ)السنن، باب الوليمة، التحقيق: محمد فواد عبد الباقی، دار احياء التراث العربية، بيروت۔ط۔س۔ن۔ ،حدیث1911۔1/616۔

[6] ۔۔۔ابن سعد، محمد بن سعد، أبو عبد الله، الهاشمی بالولاء، البصری، البغدادی (المتوفى: 230هـ) الطبقات الكبرىٰ، فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم ،التحقيق: محمد عبد القادر عطا، الناشر: دار الكتب العلمية ، بيروت، الطبعة: الأولى، 1410هـ۔1990م۔8/20۔

[7] ۔۔۔الأصبهانی، أحمد بن عبد الله، أبو نعيم، (المتوفى: 430هـ)حلية الأولياء وطبقات الأصفياء، الناشر: السعادة، مصر، 1394هـ۔1974م۔3/329؛ ابن كثير،إسماعيل بن عمر، أبو الفداء، القرشی الدمشقی (المتوفى: 774هـ) السيرة النبوية، التحقيق: مصطفى عبد الواحد، الناشر: دار المعرفة للطباعة والنشر والتوزيع بيروت—لبنان، 1395هـ۔1976م۔2/545۔

[8] ـــ الصالحی، محمد بن یوسف، الشامی، سبل الهدی والرشاد، فی سیرة خیر العباد، وذکر فضائله وأعلام نبوته وأفعاله وأحواله فی المبدأ والمعاد، ،دار الکتب العلمیة بیروت—لبنان، دار الکتب العلمیة، بیروت ، لبنان، الطبعة الأولی 1414هـ ـ 1993م ـ 11/40ـ

[9] ـــ الطبری، أحمد بن عبد الله، محب الدین (المتوفی: 694هـ) ذخائر العقبی فی مناقب ذوی القربی، مکتبة القدسی ، بالقاهرة، عن نسخة: دار الکتب المصریة، ونسخة الخزانة التیموریة، 1356هـ ـ 1/28ـ

[10] ـــ الهیثمی ،علی بن أبی بکر، نور الدین، الحافظ المتوفی سنة 807ھ، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، دار الفکر، بیروت، طبعة 1412هـ، الموافق 1992 ءـ 11/251ـ

[11] ـــ الموصلی ، أحمد بن علی بن المثنی أبویعلی (307ھ) المسند، التحقیق : إرشاد الحق الأثری، الناشر : دار القبلة ، جدة، الطبعة : الأولی ، 1408— 1988ـ حدیث 470ـ 1/246ـ

[12] ـــ مسند ابی یعلیٰ، حدیث 503ـ 1/263ـ

[13] ـــ ابن سعد، محمد بن سعد، أبوعبد الله، الهاشمی بالولاء، البصری، البغدادی (المتوفی: 230هـ) الطبقات الکبریٰ، فاطمة بنت رسول الله صلی الله علیه وسلم ـ 8/20ـ ؛ ابن کثیر، إسماعیل بن عمر، أبو الفداء، القرشی الدمشقی (المتوفی: 774هـ) السیرة النبویة ـ 2/545ـ ؛ الهیثمی ،علی بن أبی بکر، نور الدین، الحافظ المتوفی سنة 807ھ، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ـ 11/251ـ

[14] ـــ ابن نجیم، زین الدین بن إبراهیم ، المصری (المتوفی: 970هـ) البحر الرائق شرح کنز الدقائق ،وفی آخره: تکملة البحر الرائق لمحمد بن حسین بن علی الطوری الحنفی القادری (ت بعد 1138هـ) وبالحاشیة: منحة الخالق لابن عابدین، الناشر: دار الکتاب الإسلامی، الطبعة: الثانیة ـ س ـ ن ـ ،4/194ـ

[15] ـــ الصاوی، أحمد بن محمد ، أبو العباس ، الخلوتی، المالکی (المتوفی: 1241هـ) بلغة السالك لأقرب المسالك المعروف بحاشیة الصاوی علی الشرح الصغیر (الشرح الصغیر هو شرح الشیخ الدردیر لکتابه المسمی أقرب المسالك لِمَذْهَبِ الْإِمَامِ مَالِكٍ)، الناشر: دار المعارف، ط ـ س ـ ن ـ 2/459ـ

[16] ـــ الماوردی ،علی بن محمد، أبو الحسن، البصری البغدادی، (المتوفی: 450هـ) الحاوی الکبیر فی فقه مذهب الإمام الشافعی وهو شرح مختصر المزنی، التحقیق: الشیخ علی محمد معوض ـ الشیخ عادل أحمد عبد الموجود، الناشر: دار الکتب العلمیة، بیروت—لبنان، الطبعة: الأولی، 1419هـ ـ 1999م ـ 9/433ـ

[17] ـــ العثیمین ، محمد بن صالح (المتوفی: 1421هـ) الشرح الممتع علی زاد المستقنع، دار النشر: دار ابن الجوزی، الطبعة: الأولی، 1422 ـ 1428هـ ـ 13/460ـ

[18] ـــ ابن حزم، علی بن أحمد ، أبو محمد الأندلسی القرطبی الظاهری (المتوفی : 456هـ) المحلی، الناشر : دار الفکر للطباعة والنشر والتوزیع ـ ط ـ س ـ ن ـ ،9/507ـ

[19] ـــ الزُّحَيْلِيّ، وَهْبَة، الدکتور، الفِقْهُ الإسلاميُّ وأدلَّتُهُ ـ 9/296ـ

[20] ـــ عثمانی، تقی، محمد، مفتی، ذکر وفکر، مکتبہ معارف القرآن، کراچی، طبع 2002ء ـ ص 283ـ

[21]---ملاقات جج صاحب، مورخہ 30 جولائی 2020ء۔

[22]---ایضاً۔

[23]---ایضاً۔